نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول اجتہاد

ڈاکٹر نبیلہ فلک*

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی*

Principles of ijtihad are called usoole e ijtihad. Usool e ijtihad are as old as Islamic law because they are used a lot of time by the Prophet. When any problem was presented or discussed in front of the Prophet ,he at first waited for Wahi and answered accordingly. Some times he made a solution of sharia problem without waiting for wahi. Many times it so happened that prophet made conference (mashawrat)on various problems. These al ways of making ijtihad are called prophet s usool e ijtihad. In this article it is tried to explain prophet s usool e ijtihad completely with authentic references and examples .

نبی اکرم ﷺ کے اجتہاد کی نسبت اور اُن کے اصول اجتہاد کے حوالہ سے ذہنوں میں اُٹھنے والے چند سوالات کی وضاحت ضروری ہے۔

وہ سوالات درج ذیل ہیں۔

۱۔کیا نبی کی جانب اجتہاد کی نسبت کی جا سکتی ہے؟

۲۔کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو اجتہاد کا حکم دینے کا امکان ہے؟

۳۔کیا آپ ﷺ سے نفس اجتہاد وقوع پذیر ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر آپؐ سے نفس اجتہاد وقوع پذیر ہوا ہے تو آپ ﷺ کے اجتہادی اصول کیا تھے؟

جہاں تک سوال اوّل کا تعلق ہے کہ کیا اجتہاد نبی سے منسوب ہو سکتا ہے۔تو انبیاء سے اجتہاد کے امکان اور اس پر ان کی قدرت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو جو وسعت علم، قوت فہم اور حکمت نبوی کا ذخیرہ بخشا ہے. وہ بقیہ تمام انسانوں میں سے کسی کو نہیں بخشا۔

رہا دوسرا سوال کہ کیا یہ ممکن ہے کے اللہ تعالیٰ انبیاء کو اجتہاد کا حکم دے؟ اس کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں اور وجہ اختلاف اجتہاد کی اقسام ہیں کہ اجتہاد کن امور میں جائز ہے؟ کیا اس سے مراد وہ اجتہاد

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس، سرگودھا۔

*ڈائریکٹر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

ہے جس میں اس کی تمام اقسام شامل ہیں، مثلاً دلالۃ النص میں اجتہاد، دلائل میں تعارض کی صورت میں ترجیح میں اجتہاد اور قیاس وغیرہ میں اجتہاد۔ یا اس سے مراد مسائل وفتاویٰ میں اجتہاد ہے۔ خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، جنگوں سے ہو یا امورِ دنیا سے؟

علمائے اصول نے اس کی وضاحت کی ہے کہ محلِ اختلاف وہ اجتہاد ہے جو ان مسائل میں کیا جائے جن کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہو۔ ۱؎

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن امور میں وحی نازل ہوتی ہو خواہ وحی کی دلالت قطعی ہو یا غیر قطعی، انبیا کو ایسے اجتہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور محلِ اختلاف صرف اجتہاد کے ساتھ خاص ہے جو قیاس میں ہو۔ ۲؎ دوسری چیزوں میں اجتہاد مثلاً الفاظ کا مفہوم متعین کرنے، عام کی تخصیص کرنے والے حکم میں، مشترک کے کسی ایک معنی کی تعیین کرنے میں اور ایسی ہی دوسری قسموں میں جن کی دلالت میں مفہوم کے متعین کرنے میں اخفاء ہو، جیسے مجمل، مشکل، خفی اور متشابہ، ان میں اجتہاد محلِ اختلاف سے خارج ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر یہ چیزیں واضح ہوتی ہیں اور آپؐ اُس وقت معنی کی مراد جانتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ انھیں بتاتے ہیں اور اس وقت آپؐ اسے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔** ۳؎ جب اللہ تعالیٰ آپ کو معنی مراد کا علم نہ دے تو اس صورتحال کا تقاضا یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس میں اجتہاد کریں۔ پھر یہ کیوں نہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس اجتہاد کا حکم دیا ہے اور اس میں غلطی سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تاکہ اس کی حیثیت بھی وحی کے ذریعے بیان کرنے کی طرح ہو جائے اور بندوں پر حجت ہو جائے۔ بہت سے آئمہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انبیاء سے غلطی تاویل اجتہاد کی جہت سے ہوتی ہے۔ یہ لوگ تاویل اجتہاد میں غلطی کے قائل ہیں تو لازماً اس کے بھی قائل ہوں گے کہ انبیا کو غیر قطعی الدلالۃ نصوص کے معنی مراد سمجھنے میں اجتہاد کا حکم ہے۔ ۴؎ ابوالحسین البصری نے نصوص کے ذریعے استدلال کو اجتہاد کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ " **اعلم ان اجتھاد النبی ﷺ، ان اریدبه الاستدلال با لنصوص علی مراد اللہ عزوجل، فذلک جائز، لاشبھه فیه**" ۵؎

اگر نبی اکرم ﷺ کے اجتہاد سے مراد ایسی نصوص سے استدلال ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد کو بتلاتی ہو تو یہ قطعاً جائز ہے۔ بعض علماء کے خیال میں نصوص کے درمیان ترجیح کے بارے میں اجتہاد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تقدم و تاخر کا معلوم ہونا ضروری ہے تو پھر دوسرے دلائل کے درمیان تعارض کی صورت میں ترجیح کے بارے میں اجتہاد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں تقدم ہوتا ہے نہ تاخر۔ ۶؎ ابن حاجبؒ، ابواسحاق الشیر ازیؒ، امام قرافی

"، بیضاویؒ، اسنویؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ ے امام قرافیؒ نے شرح المحصول میں ذکر کیا ہے کہ "ان محل الخلاف فی الفتاویٰ وان الاقضیہ یجوز فیھا غیر نزاع "۸ محل اختلاف فتاویٰ میں اجتہاد کے بارے میں ہے، رہے فیصلے تو ان میں بالاجماع اجتہاد جائز ہے۔

کشف الاسرار میں علامہ عبدالعزیز بخاری لکھتے ہیں کہ:

"وکلھم اتفقوا ان العمل بجوازلہ بالرای فی الحروب وامور الدنیا" ۹

سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ سے متعلق معاملات اور امور دنیا میں رائے سے عمل کرنا جائز ہے۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسے معاملات جو دنیا کے مصالح سے متعلق ہوں اور جنگی تدابیر سے متعلق امور اور اس طرح کے دیگر معاملات میں انبیاء کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ ۱۰

اور بعض علماء کے نزدیک صرف جنگی امور میں اجتہاد جائز تھا۔

مذکورہ بالا تمام علماء کی رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک امور دنیا اور جنگی معاملات میں اجتہاد کے جواز پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ انبیاء کے اجتہاد کے جواز کے بارے میں بھی آئمہ کی آراء میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ کے مطابق انبیاء کے لیے اجتہاد کرنا مطلق جائز ہے امام غزالیؒ، علامہ آمدیؒ، امام رازیؒ، بیضاویؒ اور ابن سبکیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ ۱۱

احناف نے اجتہاد کے وقوع کے لیے انتظار وحی کی شرط رکھی ہے کہ وحی کے انتظار اور اس کے نزول سے مایوسی کے بعد ہو۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور عام اہل حدیث علماء کا مسلک یہ ہے کہ شرعی احکام اور جنگی معاملات اور دینوی امور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق اجتہاد کا حکم ہونا جائز ہے ان میں سے کسی چیز کی کوئی قید نہیں اور نہ ہی انتظار وحی کی کوئی قید ہے۔

(وقیل بالجواز ای بجواز کونہ متعبدا بالاجتھاد مطلقا فی الاحکام الشرعیہ والحروب و الامور الدینیہ من غیر تقید بشیء منھا) ۱۲

ابوعلی الجبائی اور ان کے بیٹے ابو ہاشم کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کو مطلق اجتہاد کا اختیار نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد عقلاً جائز نہیں۔ ۱۳

بعض کے نزدیک عقلاً جائز ہے لیکن شرعاً آپ کو اس کا حکم نہیں **(وبعضھم قالوا انہ جائز علیہ**

عقلا و لکنہ لم یتعبد بہ شرعا) اشاعرہ اور اکثر معتزلہ انبیاء کے لیے عقلا اور شرعا دونوں اعتبار سے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ۱۴

شاہ ولی اللہ اجتہاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ دینی امور میں سے معاد اور ملکوت کو چھوڑ کر تمام چیزیں یا تو اجتہاد پر مبنی ہیں یا بعض وحی پر اور بعض اجتہاد پر۔ ۱۵ علامہ آمدی نے اجتہاد کے مخالفین اور قائلین کے دلائل کو بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہاں قائلین و مخالفین اجتہاد کے اعتراضات اور ان کے دلائل پر بحث باعث طوالت ہوگی مگر مختصرا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مخالفین اجتہاد کہتے ہیں کہ نبی وحی کے ذریعے شرعی احکام پر یقین حاصل کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اجتہاد صرف مفید الظن ہے اور جو شخص یقین حاصل کرنے پر قادر ہو اس پر ظن بالاتفاق حرام ہے، دوسری دلیل وہ اس آیت قرآنی سے دیتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں **وما ینطق عن الھوای ان ھو الا وحی یوحی۔** ۱۶

اس آیت کا عمومی حکم ظاہر ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد کے ذریعے حکم جائز ہوگا تو اس آیت کا عموم باطل ہوگا۔ ۱۷

مخالفین اجتہاد کے ان دلائل کا جواب قائلین اجتہاد نے بھی بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت **(وما ینطق عن الھوی.....)** کا عموم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ آیت ان لوگوں کی اس بات کی تردید میں نازل ہوئی تھی جو قرآن کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کیا ہے علماء کے خیال میں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعے اجتہاد کا حکم تھا تو آپ کا اجتہاد پر مبنی حکم بھی نطق بالوحی شمار ہوگا نہ کہ خواہش نفس ہے۔

دوسری دلیل کا جواب علماء نے یوں دیا ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ انبیاء کا اجتہاد صرف مفید الظن ہے بلکہ اجتہاد مصوبہ ۱۸ کی رائے کے مطابق مفید الیقین ہے اور اسی طرح مخطہ ۱۹ جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء سے کبھی کبھی غلطی سرزد ہوتی ہے، ان کے نزدیک بھی اجتہاد مفید الیقین ہے۔ کیونکہ انبیاء کو فورا غلطی پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب انہیں اجتہاد پر قائم رہنے دیا جاتا ہے تو وہ یقینی طور پر صحیح ہوتا ہے۔ ۲۰ علامہ آمدی فرماتے ہیں کہ اجتہاد وحی نہیں ہے لیکن اس کے نتیجے میں دریافت شدہ حکم اللہ تعالی کے اس ارشاد کے تقاضے کے مطابق وحی بن جاتا ہے کہ جس چیز کو تم اپنے ظن (اجتہاد) کے ذریعے حکم سمجھو وہی شریعت کا حکم ہے۔ ۲۱ نبی کا اجتہاد وحی باطن ہے اس لیے اس کا شمار نطق بالھوی میں نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی آیت

کے عموم میں داخل ہوگا۔۲۲

تحقیق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مندرجہ بالا آیت سے آپ کے اجتہاد کے جواز کی نفی نہیں ہوئی، آپ کو اجتہاد کا حکم بذریعہ وحی تھا۔ وحی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور نبی کا اجتہاد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس اجتہاد وقوع (صدور) پذیر ہوا یا نہیں؟ جمہور علماء کی رائے میں انبیاء سے مطلق اجتہاد کا صدور ہوا ہے امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے۔۲۳ اس کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ، علامہ آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے۔۲۴

احناف کے متقدمین اور متاخرین علماء کی رائے یہ ہے کہ انبیاء سے اجتہاد کا صدور اس وقت ہوا جب انہوں نے وحی کا انتظار کیا اور وحی نازل نہ ہوئی۔۲۵ ابوالحسن الماوردیؒ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تفریق کرتے ان کے خیال میں حقوق الناس میں رسول اللہ پر اجتہاد واجب ہے۔ ۲۶ بعض لوگوں کے خیال میں جنگی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا حکم تھا شرعی احکام میں اجتہاد کا اختیار نہیں تھا۔۲۷ جو لوگ اس نظریے کے قائل ہیں کہ انبیاء کو اجتہاد کا حکم دیا گیا تھا اور آپ سے حقیقی اجتہاد کا صدور ہوا ہے۔ ان میں سے اکثر کے کلام سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ انبیاء سے واقعی اجتہاد وقوع پذیر ہوا۔ انہوں نے انبیاء کے اجتہاد کا مکلف ہونے کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" عفا عنك لم اذنت لهم حتى تبين لك الذين صدقوا وتعلم للكاذبين."

آپ کے اجتہادی فیصلوں کی ایک مثال اسیران بدر سے فدیہ قبول کرنا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (**ما كان لنبى ان يكون له اسرىٰ حتى يثخن فى الارض......**) ۲۹ صحیح مسلم میں اس آیت کی کی تشریح میں یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت آپ کے اجتہاد پر دلالت کرتی ہے ۳۰ آپ کے اجتہاد پر استدلال مندرجہ ذیل حدیث سے بھی کیا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ **لو انی استقبلت من امری ما استدبرت ماسقت الهدى** ۳۱ اگر مجھے اس صورتحال کا پہلے سے علم ہوتا جو بعد میں ہوا تو میں قربانی کے جانور نہ لاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد کے وقوع کی ایک دلیل فتح مکہ کے دن آپ کا فرمان ہے آپ نے فرمایا۔

حرم الله مكة لم تحل لاحد قبلي و لا تحل لاحد بعدي احلت لي ساعة من نهار لا يختلى خلاها و لا يعضد شجرها و لا ينفر صيدها و لا تلتقط لقطها الا المعروف فقال العباس الا الاذخر لصاغتنا و قبورنا فقال الا الاذخر. ۳۲

اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین پر دوسروں کے غلبے کو حرام فرمادیا، مجھ سے قبل اور بعد کسی کے لیے حلال نہیں جو میرے لیے اس گھڑی میں حلال کردی گئی کوئی اس سرزمین پر قبضہ نہ کرے، نہ کوئی اس کے درخت کاٹے اور نہ کوئی اس کے شکار کو بھگائے اور نہ کوئی اس کی پڑی چیز اٹھائے مگر یہ کہ اعلان کرنے والا حضرت عباس نے عرض کی سوائے اذخر کے جو ہمارے جانور اور قبور کے لیے ہے تو آپ نے اذخر کا استثنا فرمادیا۔

علامہ آمدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کا استثنیٰ اپنے اجتہاد سے فرمایا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اس وقت وحی کا نزول نہیں ہوا تھا۔ ۳۳

مندرجہ بالا دلائل (قرآن وحدیث) کے علاوہ بھی کئی دلائل مستند کتب کے اندر موجود ہیں یہاں طوالت کے باعث ان کا تذکرہ نہیں کیا جارہا۔ بیان شدہ دلائل کی روشنی میں جب یہ بات واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد وقوع پذیر ہوا ہے۔ تو اب یہ بات ہمارے پیش نظر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادی اصول کیا تھے؟ کیونکہ اجتہاد بغیر ماخذ اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہوسکتا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات اور فیصلوں میں اصول کارفرما ہوتے تھے، آپ کے انہی اجتہادی اصولوں کو دلائل کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو لوگ ایمان کے دائرہ میں داخل ہوئے وہ اپنے تمام تر امور و مسائل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور آپ ﷺ کی اطاعت و پیروی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نزل کردہ آیات واحکامات کی تعلیم حاصل کرتے جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی وضاحت چاہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ۳۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو مسائل بیان کرتے اور ان کے لیے قانون سازی کرتے، ان کی وضاحت کبھی قرآنی آیات کے ذریعے ہوتی کبھی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی یا عمل مبارک کے ذریعے اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ اگر صحابہ کرامؓ کوئی عمل کررہے ہوں اور آپ ﷺ اسے درست سمجھتے تو بطور تائید

اس پر تقرر فرماتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام کے مسائل کے حل کے لیے یا تعلیمات کا جو بھی طریقہ اختیار کرتے وہ وحی سے خارج نہیں تھا، کیونکہ وحی کبھی قرآنی آیات کی صورت میں ہوتی جسے وحی جلی (وحی متلو) کہا جاتا ہے اور کبھی سنت (قولی، فعلی، تقریری) کی صورت میں جسے وحی خفی (وحی غیر متلو) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۳۵

(وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ....... ۳۶ اور وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۳۷

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت رسول ہے ۳۸

امام ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے۔ ۳۹

آپ وحی الٰہی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے اور اگر کوئی نص قرآنی موجود نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے احکامات کا فیصلہ آپ کی حکمت کاملہ پر چھوڑا ہوتا تھا کہ آپ اپنی کامل حکمت وبصیرت کا استعمال کرکے امور کا فیصلہ فرمائیں اور اس میں آپ کو وحی خفی کی صورت میں تائید الٰہی حاصل ہوتی تھی لیکن اگر آپ کو وحی (جلی وخفی) کی رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو پھر آپ مختلف امور کا فیصلہ کیسے فرماتے تھے؟ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مشاورت کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۴۰ (اور ان سے معاملات میں مشورہ کیجئے۔)

علامہ آمدی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بہت سے معاملات میں اصحابؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور مشورہ ان امور میں نہیں ہوسکتا جس کے بارے میں وحی سے فیصلہ کیا جائے بلکہ ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں فیصلہ اجتہاد سے کیا جائے اور متعدد آراء میں سے صحیح اور مناسب رائے کو اختیار کیا جائے تاکہ اس پر عمل کیا جاسکے ایسا صرف غیر منصوص امور میں ہی ہوسکتا ہے ۴۱ اور مشورہ کے بعد جو رائے اختیار کی جائے گی وہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رائے ہوگی، اور کبھی کسی دوسرے کی رائے ہوگی۔ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ جب آپ کے لیے راجح ہونے کی صورت میں دوسروں کی رائے پر عمل کرنا

جائز ہے تو راجح ہونے کی صورت میں اپنی رائے پر بھی عمل کرنا جائز ہوگا۔ اس لیے کہ دونوں کے درمیان فرق والی کوئی چیز نہیں۔[42]

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہادی ماخذ واصول تین تھے۔ ۱۔ وحی الٰہی (وحی جلی)، ۲۔ سنت وحکمت (وحی خفی) اور ۳۔ مشاورت۔

آئندہ سطور میں ان ماخذ واصول کی نظائر پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی جن کے ذریعے ہم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اجتہادی ماخذ واصول سے متعارف ہوں گے۔

وحی الٰہی۔ ماخذ اوّل

بعض علماء کے خیال میں شرعی احکام، جنگی معاملات اور دینوی امور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مطلق اجتہاد کا حکم ہونا جائز ہے، ان میں سے کسی چیز کی کوئی قید نہیں نہ ہی انتظار وحی کی اور نہ ہی وحی کے نزول سے مایوسی کی۔[43]

لیکن علما احناف نے نبی کو اجتہاد کے حکم وقوع کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ اجتہاد وحی کے انتظار اور اس کے نزول سے مایوسی کے بعد ہو۔[44]

جمہور علماء کی رائے میں شرعی احکام جن کا تعلق عبادات، عقائد اور ایمانیات سے ہے ان میں آپ ﷺ وحی کا انتظار فرماتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ شرعی احکام کو عوام الناس کو بیان کرنا ہے شرعی احکام کا ابتداء میں مقرر کرنا وحی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے مخلوق میں سے کسی کی رائے سے نہیں اس لیے کہ شرعی حکم اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور احکام مقرر کرنا اسی کا کام ہے برخلاف دینوی امور اور جنگی معاملات کے کہ یہ بندوں کے حقوق ہیں اور ان سے مقصود بندوں کو ضرر سے بچانا یا جن چیزوں سے ان کی مصالح وابستہ ہیں ان میں انہیں نفع پہنچانا ہے اس قسم کے امور میں رائے کا استعمال جائز ہے۔[45]

اس کا جواب دوسرے علمائے کرام نے یہ دیا ہے کہ اگر اس سے مراد جنگی معاملات اور دینوی امور سے متعلق اجتہاد کرنا ہے مثلاً قیدیوں کے ساتھ احسان کر کے یا فدیہ لے کر آزاد کرنے کی اباحت میں اجتہاد کرنا یا خرید وفروخت کی کسی قسم کے حلال وحرام ہونے میں اجتہاد کرنا تو یہ دلیل اس صورت میں باطل ہو جاتی ہے کہ ایک شرعی حکم اور دوسرے شرعی حکم میں کوئی فرق نہیں، خواہ ان کے متعلقات جدا جدا ہوں کیونکہ تمام شرعی احکام کی تعیین خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے ان کو مقرر کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے جہاں

تک اس بات کا تعلق ہے ابتداء میں شرعی احکام کی تنصیب وتعیین کے لیے رائے مناسب وموزوں نہیں ہے ،اپنے عموم کے اعتبار سے درست نہیں ہے یہ بات صرف اس رائے کے بارے میں درست ہوسکتی ہے جس میں غلطی کا احتمال ہو،اس امکان کے ساتھ کہ اللہ تعالی اس کی غلطی پر تنبیہ نہ کرے۔رہی اس شخص کی رائے جو غلطی سے محفوظ ہو،یا جس سے غلطی سرزد ہونے کا امکان تو ہو لیکن اللہ تعالی اسے فوراً متنبہ کردے تو ان دونوں کی رائے عصمت یا تقدیر الٰہی ان کے ساتھ شامل ہونے کے سبب ،جو وحی کی طرح مفید الیقین ہیں،ابتداء میں تنصیب وتعیین شریعت کے عین موزوں ومناسب ہے۔[۴۶]

اگر چہ اجتہاد فی نفسہ مفید ظن ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے اجتہاد کے ذریعے یقینی طور پر صحیح حکم شرعی تک پہنچ جاتے ہیں اس لیے کہ آپ کے اجتہاد کے ساتھ ایسی چیز بھی شامل ہے جو مفید الیقین ہے وہ ہے عصمت اور تائید الٰہی (غلطی پر قائم نہ رہنے دینا)،آپ کا اجتہاد اس چیز کے ساتھ ملنے سے وحی کے برابر ہو جاتا ہے یہ کہنا درست نہیں کہ اجتہاد مفید ظن ہے یا آپؐ کا اجتہاد دوسرے مجتہدین کے مثل ہے کیونکہ غیر نبی مجتہد کے اجتہاد میں خطاء کا امکان ہونا لازم ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اجتہاد وحی کی تائید کی وجہ سے غلطی کے امکان سے پاک ہے احناف کا مسلک بھی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب اجتہاد سے جس نتیجہ پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پہنچیں اس پر آپ کو قائم رکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اجتہاد سے نص قطعی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلطی پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔[۴۷]

اس کی وضاحت درج ذیل آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسیران بدر کے متعلق اجتہاد سے فیصلہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے ارشاد باری تعالی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ
عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [۴۸]

(کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالی (تمہارے لیے) آخرت کا سامان چاہتا ہے اور اللہ تعالی بڑا غالب دانا ہے)

اس آیت مبارکہ کی تفصیل صحیح مسلم کی ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے،ابن عباس سے روایت ہے کہ جب مسلمانوں نے کفار کو قیدی بنایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ ان قیدیوں کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: یارسول اللہ یہ لوگ ہمارے

رشتہ دار ہیں، چچا کی اولاد اور قبیلہ کے افراد ہیں، میری یہ رائے ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، اس سے ہمیں کفار کے مقابلے میں قوت حاصل ہوگی اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اسلام کی ہدایت نصیب فرمائے ۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اے ابن خطاب تمہاری کیا رائے ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ میری وہ رائے نہیں جو ابوبکرؓ کی ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انھیں ہمارے قبضہ میں دے دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ عقیلؓ کو علیؓ کے قبضہ میں فلاں شخص کو میرے قبضے میں دے دیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ کیونکہ یہ سب کفر کے سردار ہیں اور اس کے سرغنے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا جو میں کہا تھا اسے پسند نہیں فرمایا۔

دوسرے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ابوبکرؓ دونوں بیٹھے رو رہے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے بتائیے وہ کونسی چیز ہے۔ جس کے سبب آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی رو رہے ہیں۔ اگر کوئی رونے کی بات ہے تو میں بھی روؤں گا، اگر میرے رونے کی بات نہیں ہے تو تب بھی آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے کی صورت بنالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھیوں نے ان سے جو فدیہ کا مشورہ دیا تھا اس پر رو رہا ہوں، میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ نزدیک پیش کیا گیا تھا (آپ ﷺ کا اشارہ آپ کے نزدیک درخت کی طرف تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى....... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۴۹

واقدی نے کتاب المغازی میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر کے اس سے کوئی محفوظ نہ رہتا۔ ۵۰

بعض علماء کے خیال میں ان آیات میں آپ ﷺ پر عتاب کیا گیا ہے کہ آپ نے فدیہ لے کر بدر کے قیدیوں کو کیوں زندہ چھوڑ دیا اور عتاب اس حکم پر نہیں ہو سکتا جو وحی کی بنیاد پر صادر ہوا آپ ﷺ کا یہ فیصلہ اجتہاد پر مبنی تھا، آیت میں الفاظ لولا کتب من اللہ سبق سے مراد وہ حکم ہے جو پہلے سے لوح محفوظ میں درج ہے اب ان الفاظ کا مطلب یہ ہوگا اگر یہ حکم ہے جو پہلے سے لوح محفوظ میں موجود نہ ہوتا یعنی یہ کہ اس شخص پر عذاب نازل نہ ہوگا جو خالص نیت سے خواہش نفس کے شائبہ سے بچتے ہوئے اجتہاد کرے اور کوشش میں کوتاہی نہ کرنے کے باوجود اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس حکم کے موجود نہ ہونے کی صورت میں تمھیں سزا دی

جاتی۔[۵۱] لیکن علماء کرام نے اس بات کی تردید کی ہے کہ ان آیات میں آپ ﷺ پر عتاب کیا گیا ہے۔ ابن سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور تمام انبیاءؑ پر آپ کی فضیلت عظیم پر مشتمل ہیں۔[۵۲]

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے پر عمل کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کوئی عمل سرزد ہوا اور آپ ﷺ کو اس پر برقرار رکھا جائے تو وہ عمل ضرور صحیح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر قائم رکھا اور فرمایا۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا.

جو مال غنیمت تمہیں حاصل ہوا ہے اسے حلال اور طیب سمجھ کر کھاؤ۔

اسی طرح سے اسکی دوسری مثال غزوہ تبوک میں منافقین کو اجازت دینے پر جو آیات نازل فرمائی گئی، ارشاد الٰہی ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ.[۵۳]

(اے نبی اللہ تمہیں معاف کرے تم نے کیوں انھیں رخصت دے دی، یہاں تک کہ تم پر کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے پر ان لوگوں کو جن کا نفاق بعد میں ظاہر ہوا، اجازت دینے کی وجہ سے عتاب کیا گیا ہے۔ اگر آپؐ نے وحی کی بنیاد پر اجازت دی ہوتی، تو ہرگز عتاب نہ ہوتا، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اجتہاد کی بنیاد پر انھیں اجازت دی تھی کیونکہ آپ کے حق میں یہ کہنا محال ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی خواہش نفس سے اجازت دی تھی۔[۵۴]

اہل علم کا اس بات پر اعتراض ہے کہ گزشتہ آیت اور مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عتاب نہیں کیا گیا، فدیہ قبول کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں آپ ﷺ کو اختیار حاصل تھا، چاہیں تو انھیں قتل کردیں اور چاہیں تو احسان فرما کر فدیہ لے کر آزاد کردیں، دونوں چیزیں جائز تھیں لیکن اس وقت اور حالات کے لحاظ سے عزیمت کو اختیار کرنا رخصت کو اختیار کرنے سے افضل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خلاف اولیٰ یعنی اجازت دینے کو اختیار فرمایا۔ اور اجتہاد میں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلاف اولیٰ کو اختیار کرنا غلطی کیسے ہوسکتا ہے؟ غلطی کا امکان کو غیر نبی مجتہد کے اجتہاد میں ہوتا ہے۔ اور آپ ﷺ سے

اجتہاد میں غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ ﷺ کے اجتہاد کو وحی الٰہی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور اگر آپ ﷺ افضل ترین کی بجائے افضل تر کو اختیار فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وحی الٰہی کے ذریعے آگاہ فرمایا جاتا کہ وقت اور حالات کے لحاظ سے افضل ترین اور اعلیٰ ترین فیصلہ کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہ. ۵۵

(یقیناً ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان فیصلہ اس کے مطابق کریں جو اللہ نے آپ کو سمجھا دیا ہے)

علماء کے مطابق یہاں لفظ اراک سے مراد رائے ہے، بصارت یا علم نہیں، اب آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اس رائے کے مطابق کریں جو اللہ آپ کو سمجھائے۔

اب رہی وہ شرط جو احناف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے لیے رکھی کہ اجتہاد وحی کے انتظار اور اس کے نزول سے مایوسی کے بعد ہو۔ ۵۶ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے انتظار وحی اور نص کی تلاش و جستجو کے بارے میں بھی علماء کا موقف یہ ہے کہ ایک عام مجتہد کے لیے وحی یا نص خفی کی تلاش و جستجو لازم ہے کیونکہ مجتہد کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ وہ اس کی تلاش و جستجو کرے یہاں تک کہ اس کو حاصل کرے یا اس کو گمان غالب ہو کہ وہ موجود ہی نہیں ہے تو اس صورت میں وہ معذور ہے اور اجتہاد کا مکلف ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نص کے نزول پر قدرت حاصل نہیں کیونکہ اس نص کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے تو جس چیز کے حصول پر آپ کو قدرت نہ ہو تو اس کا پانا متوقع کیسے ہو سکتا ہے؟

اور دوسری بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ غلبہ ظن پہلے ہی حاصل ہوتا ہے اگرچہ آپ وحی کا انتظار نہ فرمائیں۔ اس لیے کہ نزول وحی میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدوث واقعہ کے فوراً بعد براہ راست نازل ہوتی ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس واقعے کے پیش آنے کے بعد دیر سے نازل ہو۔ اور جب صورتحال اکثر و بیشتر ایسے ہو۔ ایسے واقعہ میں جس کے فوراً بعد وحی نازل نہ ہو تو آپ ﷺ کو غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بارے میں وحی نازل نہ ہوگی۔ جب آپ کو وحی نازل نہ ہونے کا غلبہ ظن حاصل ہو گیا تو اب لازمی طور پر آپ ﷺ اجتہاد کے مکلف ہو گئے۔ جیسے وہ مجتہد اجتہاد کا مکلف ہو جاتا ہے، جسے تلاش و جستجو کے بعد نص کی عدم موجودگی کا گمان حاصل ہو گیا ہو۔ ۵۷

جس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اجتہاد کرنے کا حکم ہے اس کے بارے میں آپ کو یہ

یقین ہوتا ہے کہ اس میں نص نازل ہونے کا احتمال بھی نہیں ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اجتہاد کا حکم دیا ہے۔اور یہ حکم جیسے ایک وقت میں اجتہاد کو واجب کرتا ہے،اسی وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ بتاتا ہے کہ نبی کسی واقعہ میں اجتہاد کرے گا تو اپنے اجتہاد سے وہ جس نتیجہ پر پہنچے گا ،اس کے مخالف ہرگز کوئی نص نازل نہیں ہوگی اور اپنے اجتہاد میں وہ صحیح ہوگا۔اور جب اجتہاد کا حکم بعد میں نص کے نازل ہونے کے احتمال کو ختم کر دیتا ہے تو نزول وحی کے انتظار اور منقطع ہونے کی شرط کا کیا معنی؟۵۸ یہ بات پہلے بیان کردہ دونوں آیات جو نبی کریم ﷺ کے اجتہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، سے واضح ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ اجتہاد اس وقت فرمایا جب وحی کا نزول نہیں ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اجتہاد کیا۔

وحی خفی

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجتہاد سے امور کا فیصلہ کرنے کی اجازت عطا کی گئی تھی اور آپ ﷺ نے نصوص کتاب میں برابر غور وفکر اور اجتہاد سے کام لیا اور عمومات سے مخصوصات وجزئیات پر استدلال فرمایا بعض اوقات نبی اکرم ﷺ پر وحی کسی قاعدہ کلیہ کی شکل میں آتی ہے جس سے احکام کا استخراج کرنے میں پیغمبر کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑتا ہے چونکہ یہ قاعدہ کلیہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس کو وحی من اللہ کہا جاتا ہے۔ ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اجتہادات کی مستند نظائر پیش کی جائیں گی جس سے واضح ہوجائے گا کہ آپ صلی اللہ والہ وسلم نے تمام امور میں اجتہاد سے کام لیا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَوَمَاشَعَرْتَ اَنّی اَمَرْتُ النَّاسَ بِاَمْرٍ فَاِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُوْن .قَالَ الْحُكْمُ : كَأَنَّهُم يَتَرَدَّدُون اَحْسِبُ وَلَوْ اَنّی استقبلت مِنْ اَمْرِیْ مَااستدبرتُ ما سقت الهدی مَعِیَ حَتّٰی اَشتریه ثم اَحِلُّ كما حَلُّوا. ۵۹

اگر مجھے اس صورتحال کا اندازہ ہوتا جو مجھے بعد میں ہوا تو میں قربانی کے جانور نہ لاتا۔

صحیح بخاری میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ولو استقبلت من امری مااهدیت ولو لا ان معی الهدی لاحللت. ۶۰

میں قربانی کے جانور نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں احرام کھول دیتا۔یہ ارشاد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب اپنے ساتھ حج میں آنے والے ان اصحاب کو جو قربانی

کے جانور نہیں لائے تھے اجازت دے دی تھی۔ کہ وہ اس حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدل ڈالیں۔ طواف کر کے قصر کرالیں۔ اور جس کام کی اجازت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے اصحاب کو دی تھی وہ خود آپ ﷺ نے نہیں کیا تھا کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، اور جب تک وہ قربان گاہ میں نہ پہنچ جاتے آپ احرام نہیں کھول سکتے تھے، قربانی کے جانور ساتھ لانا مندوب ہے اور ندب ایک شرعی حکم ہے جو وحی سے نہیں تھا کیونکہ اس کو بدلنے کا آپ کو اختیار نہ تھا، اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مستقبل کی خبر ہوتی تو حکم بدل دیتے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتے، ایسا محض خواہش نفس سے بھی نہیں ہوا کیونکہ آپ کے لیے خواہش نفس سے کوئی ناممکن ہے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ حکم اجتہاد سے دیا تھا۔ ۶۱

آپ ﷺ کے اجتہاد کی دوسری مثال حضرت ام سلمیٰؓ سے مروی درج ذیل حدیث کی ہے۔

سمعت ام سلمة عن النبی صلی الله علیه وسلم قدد رست فقال انی انما اقضی بینکم برأی فیما لم ینزل علیّ فیه ۶۲

(ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میراث کے پرانے جھگڑے کے بارے میں فیصلہ کرانے کے پہلے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا جن چیزوں میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی میں ان میں نہیں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ ۶۳

(ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی انسان ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لیے آتے ہو۔ اگر میں کبھی کسی کے لیے اس کے بھائی کے حق میں کوئی چیز دینے کا فیصلہ کروں تو اسے چاہیے کہ وہ اس کو نہ لے (اگر وہ یہ جانتا ہے کہ یہ اس کا حق نہیں ہے) تو میں اس کو جہنم کی آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیتا ہوں۔)

مندرجہ بالا اس حدیث مبارکہ سے بھی اجتہاد کا وجوب ثابت ہوتا ہے وراثت میں حصہ معلوم کرنا

بھی حکم شرعی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اجتہاد کی ایک مثال اور دلیل فتح مکہ کے دن کی بھی ہے جب آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی شان بیان فرمائی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَرَّمَ اللّٰهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ ۶۴

(اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین پر دوسروں کے غلبہ کو حرام فرمادیا ہے مجھ سے قبل اور بعد میں کسی کے لیے حلال نہیں، میرے لیے اس گھڑی میں حلال کردی گئی، کوئی اس کی زمین پر قبضہ نہ کرے نہ کوئی اس کے درخت کاٹے اور نہ کوئی اس کا شکار بھگائے اور نہ کوئی اس کی پڑی چیز اٹھائے مگر یہ کہ اعلان کرنے والا۔ حضرت عباس نے عرض کی سوائے اذخر کے جو ہمارے جانوروں اور قبور کے لیے ہے تو آپ ﷺ نے اذخر کا استثنا فرما دیا۔)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اذخر گھاس کو مستثنیٰ کرنا اپنے اجتہاد سے تھا۔ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اس وقت وحی کا نزول نہیں ہوا تھا۔ ۶۵

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے:

قَالَ أَتَى رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ امْرَأَةً نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ فَجَاءَ أَخُوهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضُوا اللّٰهَ اللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ ۶۶

(ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ وفات پا گئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے اوپر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا نہ کرتے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق رکھتا ہے۔)

مذکورہ بالا اس حدیث مبارکہ میں آپؐ نے قیاس فرمایا اور قیاس اجتہاد کے طریقوں میں سے ایک

ہے۔ آپ حکم شرعی کی تلاش میں بھی قیاس سے کام لیتے تھے، علت مشترکہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی ہے چاہے وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اجتہاد کی تربیت دی آپ نے ان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کردی کہ وہ روزمرہ زندگی کے حوادث و مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں تلاش کریں اور غیر منصوص احکام کو منصوص احکام پر قیاس کرکے حیات انسانی کے تسلسل کو قائم رکھیں۔

ابوداودؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

هَشَشْتُ فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ وَأَنْتَ صَائِمٌ قَالَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ فِي حَدِيثِهِ قُلْتُ لَا بَأْسَ بِهِ ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ فَمَهْ ۶۷

(میں ایک دن خوش ہوا اور میں نے اس حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اور میں روزہ دار تھا، میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آج میں نے ایک بڑا کام انجام دیا ہے میں نے درروازے کی حالت میں بوسہ لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر تم روزہ کی حالت میں کلی کرو تو کیا ہوگا؟ اس سے عرض کیا کوئی حرج نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بس یہاں بھی کوئی بات نہیں۔

امام بخاریؒ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں:

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال، یا رسول اللہ ولدنی غلام اسود: فقال ھل لك ابل، قال، نعم، قال ماالوانھا؟ قال احمر قال ھل فیھا من اورق؟ قال نعم :قال فانی ذالك؟ قال لعل نزعة عرق قالفلعل ابنك ھذا نزعة. ۶۸

(ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا یا رسول اللہ میرے گھر سیاہ لڑکا پیدا ہوا ہے، فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ جواب دیا ہاں فرمایا ان کے رنگ کیا ہیں کہا کہ وہ سرخ ہیں آپ نے دریافت فرمایا کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے، جواب دیا :ہاں، فرمایا، یہ کہاں سے ہوا؟ عرض کی شاید کسی رگ نے اسے کھینچا ہو۔ فرمایا :شاید تمہارے بیٹے کو بھی کسی رگ نے اسی طرح کھینچا ہو۔)

اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ رنگ کو اونٹ کے خاکستری

ہونے پر قیاس فرمایا اور یوں صحابی کو سمجھا دیا کہ وہ اپنی بیوی پر بدگمانی مت کرے۔

ان وقائع سے جہاں آپ ﷺ کے اجتہاد فرمانے پر دلالت ہوتی ہے وہاں یہ احتمال بھی رہتا ہے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم سے مطلع فرما دیا جاتا ہو۔ مگر اجتہاد و قیاس پر اس وقت صراحت ہو جاتی ہے جب آپ ﷺ سائل سے فرماتے ہیں کہ فلاں حکم کی نظیر فلاں پر قیاس کر لو اور عقل سلیم اس بات کا تقاضا کرتی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ اجتہاد و قیاس کے ذریعے بھی حکم تک توصل فرماتے تھے اور قیاس حکم تک رسائی حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جبکہ وہ شروط صحیحہ کے ساتھ کیا جائے۔

بہت سی احادیث میں آپؐ نے جہاں شریعت کا حکم بیان فرمایا وہاں حکم کی علت بھی بیان فرمائی۔ علت بیان کرنے کا فائدہ یہی ہوسکتا ہے کہ اس علت کی بناء پر یہی حکم دوسری چیزوں میں بھی جاری کیا جاسکتا ہے۔ یہی قیاس ہے آپؐ نے متعدد بار احکام کی علل بیان فرمائیں۔

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس سے وضو کیا جاسکتا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

هو الطهور ماؤه ۷۹

(سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے۔)

آپؐ نے صرف یہ حکم بتانے پر اکتفا نہیں فرمایا کہ سمندر کے پانی سے وضو جائز ہے بلکہ اس کی علت بھی ارشاد فرمائی کہ سمندر کے پانی سے وضو اس لیے جائز ہے کہ اس کا پانی پاک کرنے والا ہوتا ہے، جس پانی میں بلی منہ ڈال دے اس کا حکم آپ ﷺ نے حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ایک حدیث کے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

إنّها ليست بنجس انما من الطوافين عليكم و الطوفات. ۸۰

(یہ ناپاک نہیں ہے یہ (بلی) تمہارے درمیان کثرت سے آمد و رفت رکھتی ہے۔)

ان الفاظ میں بلی کے حکم میں جو تخفیف کی گئی ہے اس کی علت بھی بتا دی گئی کہ چونکہ اس کا گھروں میں آنا جانا زیادہ ہے اس لیے شریعت نے اس کے حکم میں تخفیف کر دی ہے تاکہ لوگوں کو تنگی پیش نہ آئے۔ اس علت کی بناء پر بلی کے علاوہ جن دوسرے حرام جانوروں کا گھروں میں آنا جانا بکثرت ہوتا ہے ان کا حکم بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ قربانی کے گوشت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى ان ناكل من لحوم سكينا بعد

ثلاث، ا ہے

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔)

اس کے بعد نبی ﷺ نے گوشت ذخیرہ کرنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

انما نهيتكم من اجل الدفة التى دفت فكلوا و ادخروا و تصدقوا ۲ ہے

(میں نے تم کو منع کیا تھا ان محتاجوں کی وجہ سے جو اس وقت آ گئے تھے اب کھاؤ اور رکھو اور صدقہ کرو۔)

اس حدیث میں وجہ کی تبدیلی سے ایک حکم شرعی کے اطلاق کا اصول بیان ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہی مسئلہ میں بعض اوقات ایک حکم لاگو ہوتا ہے اور وہی مسئلہ بعض دوسرے حالات میں ایک دوسرے حکم شرعی کے اطلاق کا متقاضی ہوتا ہے۔ کہ آپ اجتہاد سے کام لیتے اور حکم بیان کرتے تو اس کی علت بھی بیان فرماتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں بیان کردہ نظائر کے علاوہ بھی بے شمار امثلہ موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے اجتہاد سے کام لیا اور صحابہ کرامؓ کی اجتہاد کے بارے میں تربیت بھی فرمائی۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرامؓ سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور آپ ﷺ تک جب ان کی اطلاع پہنچی تو آپ نے بعض کی تحسین فرمائی اور بعض پر تقرر فرمایا۔

مشاورت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول اجتہاد میں مشاورت بھی شامل تھی۔ قرآن مجید میں اس کے لیے لفظ شوریٰ کا استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۳ ہے

(اور معاملات میں ان سے مشورہ کیجئے۔)

علامہ آمدی فرماتے ہیں:

والمشاورة انما تكون فيما يحكم فيه بطريق الاجتهاد، لا فيما يحكم فيه بطريق الوحى. ۴ ہے

(مشاورت اس میں ہوتی ہے جس میں اجتہاد کے ذریعے کوئی حکم لگایا جاتا ہے اور جس

بارے میں وحی ہو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا۔)

شوریٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک سورۃ الشوریٰ کے نام سے نازل فرمائی گئی جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وامرهم شوریٰ بينهم. ۵؎

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب رسالت پر فائز ہوئے اور مبلغ اسلام ہونے کی حیثیت سے اسلامی شریعت کو نافذ کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر تھی وہ تمام امور و معاملات جن کے متعلق وحی الٰہی نازل نہیں ہوئی تھی آپ اللہ کے حکم **شاورهم فی الامر** پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں سے مشورہ طلب فرماتے اور ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ موقع و محل کی مناسبت اور معاملہ کی نوعیت کے اعتبار سے شوریٰ کا خاص طرز عمل اختیار فرماتے۔ مکہ میں زیادہ تر معاملات اجتماعی نوعیت کے نہیں تھے تو آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ سے مشورہ طلب فرماتے تھے۔ جیسا کہ ان سے صلاح و مشورہ کے بعد کچھ صحابہ کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی اور اپنی ہجرت پر وحی الٰہی کا انتظار کرتے اور پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے سفر کی تفصیلات طے کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ سے مشاورت فرمائی۔ ۶؎

آپ ﷺ رازداری اور جنگ و امن کے معاملات میں خاص خاص اصحاب سے مشورہ طلب فرماتے تھے جیسے غزوہ بدر کے موقع پر جب آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ کفار مکہ حملے کی نیت سے مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ کیا، صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ إِيَّانَا تُرِيدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا ۷؎

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا اس وقت جب ابوسفیان کا پیغام موصول ہوا ابو بکر صدیقؓ اٹھے انہوں نے عمدہ بات کہی، پھر عمرؓ اٹھے انہوں نے بھی نہایت عمدہ بات

کہی، آپ ﷺ نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ دی پھر جب سعد بن عبادہؓ کھڑے
ہوئے اور عرض کیا آپ ﷺ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم
جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم سمندر میں کود جائیں تو ہم
کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک غماد تک لے جائیں تو بھی ہم آپ ﷺ کے
ساتھ چلیں گے۔)

حضرت سعدؓ کی بات سن کر آپ ﷺ خوش ہو گئے تھے کیونکہ حضرت سعدؓ انصار میں سے تھے آپ ﷺ انصار میں سے تائید و مشورہ کا انتظار فرما رہے تھے۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرعمر فاروقؓ کی رائے پر عمل کیا اگر چہ بعد میں وحی الٰہی نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کی۔ صحیح مسلم میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي بكر و عمر ماتريدون في هولاء الاسارىٰ، فقال ابو بكر يا نبي الله هم بنو عم والعشيرة ارى ان تاخذ منهم فدية فتكون لنا قوة على الكفار فعسى الله ان يهديهم للاسلام :فقال رسول الله ماترىٰ يا ابن لخطاب؟ قال قلت :لا والله يا رسول الله ماأرى الذى رأى ابو بكر، ولكنى أرىٰ ان تمكنا فتضرب اعناقهم ، فتمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه، وتمكني من فلان ينسبا لعمر فاضرب عنقه. قال هولاء آئمة الكفر و منديدها فهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابو بكر و لم يهو ما قلت. ۸ے

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں مشورہ عام کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جو غزوہ احد سے چند دن پہلے کا ہے جب کفار مکہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ کی طرف چڑھ دوڑے تھے، تو اس بارے میں دو تدبیریں پیش کی گئی کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان کو روکیں یا پھر شہر بند ہو کر مقابلہ کیا جائے تو جوانوں کی اکثریت کی یہ رائے تھی کہ کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی رائے پر حتمی فیصلہ دے دیا۔ ۹ے

غزوہ خندق کے موقع پر قبیلہ غطفان کے سرداروں سے اور اکابر انصار سے مشورہ فرمایا۔

ہجرت مدینہ کے چھ سال بعد جب زیارۃ کعبہ کا ارادہ کیا اس موقع پر آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں سے رائے لی فرمایا:

أشيروا أيها الناس علي. ۸۰

(اے لوگو مجھے مشورہ دو۔)

حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت عثمان کو سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا تا کہ کفار مکہ سے گفت وشنید کریں، اس دوران حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ پھیلائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ سے قصاص عثمانؓ کے مسئلہ پر استصواب رائے قائم کیا اور سب نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ ﷺ کے فیصلے کی توثیق کی اور اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔

إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۸۱

مدینہ کے شہری نظم ونسق کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے نمائندہ اصحاب سے مشورہ فرماتے تھے، ان میں زیادہ تر وہ اصحاب تھے جن کی تحریک اسلامی میں نمایاں خدمات تھیں جو علم وتقویٰ اور مکارم اخلاق کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے تھے، تفقہ فی الدین، انتظامی تجربہ اور بصیرت کی صلاحیت رکھتے تھے، ان اصحاب میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سالمؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، وغیرھم شامل تھے۔

مندرجہ بالا تمام واقعات وشواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام مکہ میں بھی اور مدینہ کی شہری ریاست کا نظم ونسق قرآن کے احکامات کے مطابق چلانے کے لیے صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو شریک کار کرتے اور ان کی آراء کو اہمیت دیتے تھے، کئی معاملات میں اگر اختلافی آراء سامنے آتی تو سب کی آراء کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ فرماتے تھے، اس طرح سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول اجتہاد میں مشاورت بھی شامل تھی اور آپ ﷺ اکثر معاملات میں اپنے خاص صحابہؓ اور عام مومنین سے مشورہ طلب فرماتے تھے۔

حاصل تحقیق:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے اجتہاد کی اجازت دی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً تمام امور میں اجتہاد فرمایا جیسا کہ پیش کی گئی تمام نظائر سے واضح ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادی اصولوں میں پہلا ماخذ وحی الٰہی تھا۔ وحی الٰہی کے ذریعے اجتہاد میں دو طرح کے نتائج کا امکان تھا

کہ وقت اور حالات کے لحاظ سے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ تر فیصلہ کا انتخاب کرتے یا اعلیٰ ترین کا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین اور اعلیٰ ترین کا انتخاب فرماتے تو وحی الٰہی سے اس کی تائید فرمادی جاتی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ تر اور افضل تر فیصلہ انتخاب فرماتے تو وحی الٰہی کے ذریعے آپ کو آگاہ فرمادیا جاتا کہ اس وقت اور حالات کی مناسبت سے کونسا فیصلہ اعلیٰ ترین اور افضل ترین تھا۔ جیسا کہ اسیران بدر والے معاملے میں آپ کو آگاہ فرمادیا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اس وقت اور حالات کے لحاظ سے اعلیٰ ترین نہیں تھا۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اجتہاد پر بھی قائم نہیں رہنے دیا جاتا جو اعلیٰ تر اور افضل تر ہوتو پھر خطا اور غلطی کا امکان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں کیسے ہوسکتا ہے۔ اس وضاحت سے اجتہاد کی حجیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا اصول اجتہاد وحی خفی کی صورت میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حکمت کاملہ کی بنیاد پر کسی امر کے بارے میں ارشاد فرماتے یا عملاً وضاحت کرتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ صحابہ کرامؓ اگر اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کوئی عمل کررہے ہوتے اور آپ اسے درست سمجھتے تو بطور تائید اس پر تقرر فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا اصول اجتہاد مشاورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مختلف معاملات میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے اور رائے طلب فرماتے اور ان آراء میں سے جس رائے کو اپنے اجتہاد کی بنیاد پر بہتر خیال کرتے اس پر عمل فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی کی ایک شکل تھی اور اس میں خطا اور غلطی کا امکان قطعاً نہیں تھا۔

گویا ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے اجتہاد اصول وحی الٰہی، وحی خفی اور مشاورت تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے اجتہاد کے ثبوت سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اجتہاد عہد نبوی میں مصدر و ماخذ قانون تھا، اگرچہ علماء کرام نے عہد نبوی میں اجتہاد کو ایک مستقل ماخذ و مصدر قانون تسلیم نہیں کیا ہے۔ لیکن اجتہاد کو عہد نبویؐ میں ایک محدود دائرہ میں ماخذ قانون خیال کرتے ہیں۔۸۲

اسلام کے بنیادی اصول وقوانین اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمادیے جس کی تصریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول، فعل اور تقریر سے فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات اور فیصلوں میں اصول کارفرما ہوئے تھے، جنہیں ان اصولوں کے اولین محافظ صحابہ کرامؓ نے اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اس طرح سے یہ اصول وقواعد اور علت وحکمت کا علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور بہت سے تابعین اور آئمہ کرام کے اس کی حفاظت وتدوین کی تاکہ وہ اپنے عصری

تقاضوں اور مسائل کو پیش نظر رکھ کر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے تدبر واجتہاد سے انکا شرعی حل پیش کر سکیں اور ایک قابل عمل، سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام وضع کر سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن ہمام الکمال الدین، التقریر والتحبیر، دارالفکر، بیروت ۱۹۹۶ء ص ۳/۳۹۴؛ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں، مسلم الثبوت، شرح اسنوی علی المنہاج، کشف الاسرار

۲۔ ایضاً ۳/۳۹۴

۳۔ النحل: ۴۳

۴۔ عبدالغنی محمد عبدالخالق، حجیۃ السنۃ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، مترجم (محمد رضی الاسلام ندوی) ص: ۲۸۱

۵۔ ابوالحسن البصری، المعتمد فی اصول الفقہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت س۔ن، ص: ۲/۲۱۰

۶۔ اسنویؒ، جمال الدین عبدالرحیم بن حسن، شرح اسنوی علی المنہاج، دار ابن حزم، بیروت، س: ۱۹۹۹ء، ص: ۲/۱۰۲۸

۷۔ ایضاً: ۲/۱۰۲۸

۸۔ شرح اسنوی علی المنہاج، ص: ۲/۱۰۲۸؛ ابن قاسم، احمد بن قاسم العبادی، آلایات البینات، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۶ء ص: ۳/۳۳۴

۹۔ بخاری، عبدالعزیز، کشف الاسرار، الصدق پبلشرز کراچی، س۔ن ص: ۳/۲۰۶

۱۰۔ التقریر والتحبیر، ۳/۳۹۵

۱۱۔ آمدی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مکتبہ العصریہ، بیروت، ۲۰۱۰ء، ص: ۲/۳۶۸

۱۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/۳۶۸

۱۳۔ شرح اسنوی علی المنہاج، ۲/۱۰۲۸؛ التقریر والتحبیر، ۳/۳۹۸

۱۴۔ کشف الاسرار، ۳/۲۰۵ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں مسلم الثبوت)

۱۵۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، المبحث السابع، دار الحدیث قاہرہ، مصر، س۔ن۔ ص ۱/۳۰۱

۱۶۔ النجم: ۴۳

۱۷۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/۳۷۱

۱۸۔ مصوبہ، وہ لوگ جو اجتہاد میں ہر رائے کو صحیح سمجھتے ہیں۔

۱۹۔ مخطہ، وہ لوگ جو اجتہاد میں صرف ایک رائے کو صحیح سمجھتے ہیں۔

۲۰۔ الاحکام فی اصول الاحکام:۳۷۳/۲ ؛ التقریر والتحبیر :۳۹۷/۳

۲۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام،۳۷۳/۲

۲۲۔ کشف الاسرار: ۲۰۳/۳

۲۳۔ امام شافعیؒ، الرسالہ، مکتبہ العلمیہ بیروت، ص:۴۸۷، س۔ن

۲۴۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام،۳۷۱/۲

۲۵۔ کشف الاسرار،:۲۰۵/۳

۲۶۔ التقریر والتحبیر :۳۹۴/۳

۲۷۔ آمدی الاحکام فی اصول الاحکام:۳۷۱/۲

۲۸۔ التوبہ:۴۳

۲۹۔ الانفال:۶۷۔۶۹

۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب ربط الاسر وحبسه وجواز المن علیه حدیث نمبر ۱۷۶۳

۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام، وانه یجوز افراد الحج ۔ حدیث نمبر۲۹۳۱

۳۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر ،حدیث نمبر۱۳۳۹

۳۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام:۳۷۲/۲

۳۴۔ النساء ۵۹:۴

۳۵۔ النجم ۴۳:۵۳

۳۶۔ النساء ۱۱۳:۴

۳۷۔ آل عمران ۱۶۴:۳

۳۸۔ امام شافعی، الرسالہ، مکتبہ العلمیہ بیروت،۱۳۱۲ھ، ص:۷۸

۳۹۔ ابن تیمیہ، فتاویٰ ابن تیمیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۵ء، ۱۷۵/۱۹

۴۰۔ آل عمران ۱۵۹:۳

۴۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/۲۶۹

۴۲۔ کشف الاسرار، ۳/۲۱۰

۴۳۔ التقریر والتحبیر، ۳/۳۹۴

۴۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/۳۶۸

۴۵۔ کشف الاسرار: ۳/۲۰۶

۴۶۔ ایضاً: ۳/۲۰۶

۴۷۔ ایضاً: ۳/۲۱۱۔۲۱۰

۴۸۔ الانفال: ۶۹۔۶۷

۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم، حدیث نمبر: ۱۷۶۳

۵۰۔ واقدی محمد بن عمر (م ۲۰۷ھ) کتاب المغازی، موسسۃ الاعلمی بیروت ۱۹۸۹ء ص: ۱/۱۱۰

۵۱۔ الانصاری، نظام الدین، محمد فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، بر حاشیہ المستصفی، منشورات رضی، قم
ایران۔ ۱۳۲۴ھ، ص: ۲/۳۶۶

۵۲۔ الآیات البینات، ۴/۳۳۵

۵۳۔ التوبہ: ۴۳

۵۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/۳۷۰

۵۵۔ النساء ۴: ۱۰۵

۵۶۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/۳۶۸

۵۷۔ حجیت سنت، ص: ۴۷۴

۵۸۔ ایضاً: ۴۷۵

۵۹۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام، وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، وجواز ادخال الحج علی العمرۃ
ومتی یحل القارن من نسکہ، حدیث نمبر ۲۹۳۱

۶۰۔ صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، باب العمرۃ التنعیم، حدیث نمبر: ۱۷۸۵

۶۱۔ التقریر والتحبیر، ۳/۳۹۶

۶۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب قضاء القاضی اذا اخطاء، حدیث نمبر ۳۵۸۵

۶۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب قضاء القاضی اذا اخطاء، حدیث نمبر: ۳۵۸۳

۶۴۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، حدیث نمبر: ۱۳۴۹

۶۵۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/ ۳۷۰

۶۶۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذر، باب من مات علیہ نذر، حدیث نمبر: ۶۶۹۹

۶۷۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، حدیث نمبر ۲۳۸۵

۶۸۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد، حدیث نمبر ۵۳۰۵

۶۹۔ جامع ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب فی ماء البحر انہ طہور، حدیث نمبر: ۶۹

۷۰۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب سؤر الھرۃ، حدیث نمبر: ۷۵

۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب النھی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث فی اول اسلام و بیان نسخہ و اباحتہ الی متی شاء، حدیث نمبر: ۵۰۹۷

۷۲۔ ایضا، حدیث نمبر: ۵۱۰۳

۷۳۔ آل عمران ۳: ۱۵۹

۷۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/ ۳۶۹

۷۵۔ الشوریٰ، ۳۸

۷۶۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ: ۳/ ۲۸۳

۷۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ بدر حدیث نمبر: ۱۷۷۹

۷۸۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم، حدیث نمبر: ۱۷۶۳

۷۹۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول اللہ تعالیٰ، امرھم شوریٰ بینھم

۸۰۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ حدیبیہ، حدیث نمبر: ۴۱۷۹

۸۱۔ الفتح، ۴۸: ۱۸

۸۲۔ مصطفیٰ سعید الخن، ڈاکٹر، قواعد اصولیہ میں فقہاء کا اختلاف، مترجم حافظ حبیب الرحمٰن، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۲۰۱۰ء، ص: ۴۰

☆☆☆☆☆